Open Access

Al-Irfan (*Research Journal of Islamic Studies*)

Published by: *Faculty of Islamic Studies & Shariah*
Minhaj University Lahore

ISSN: *2518-9794 (Print), 2788-4066 (Online)*

Volume 09, Issue 17, January-June 2024,

Email: alirfan@mul.edu.pk

فتاویٰ نوریہ کے منہج واسلوب کا تحقیقی جائزہ

A Research study on the Methodology of Fatawa Nooria

Farhat Rasool
M.Phil. Scholar (Islamic Studies) NCBA&E, Lahore
muftimehmoodahmad@gmail.com
Dr. Muhammad Zia Ullah
Assistant Professor, NCBA&E, LAHORE

ABSTRACT

Fatawa Nooriah, authored by Faqih-e-Azam Allama Noor Ullah Naeemi, serves as a seminal work in Islamic jurisprudence, known for its comprehensive analysis and scholarly insights. This article explores the distinctive minhaj (methodology) and stylistic approach employed by Naeemi in Fatawi Nooriya. Naeemi adopts a meticulous methodology grounded in classical Islamic scholarship, drawing upon primary sources such as the Quran, Sunnah, and classical juristic texts. He emphasizes the principles of Ijtihad (independent reasoning) within the framework of established legal doctrines, offering nuanced interpretations tailored to contemporary contexts. Naeemi's style reflects a blend of traditional scholarship and modern relevance, characterized by clarity, logical coherence, and a commitment to upholding the principles of Islamic jurisprudence. Through Fatawa Nooriya, Naeemi contributes to the ongoing discourse on Islamic law, providing valuable insights into the application of Sharia principles in contemporary society.

Keywords:

Fatawi Nooria, Allama Noor Ullah Naeemi, Fqih-e-Azam, Ijtihad (Independent Reasoning), Quran, Sunnah, Sharia Principles.

https://doi.org/10.58932/MULB0033

دین اسلام کی تکمیل کا اعلان اللہ وحدہ لاشریک نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" الفاظ کے ساتھ فرمادیا کہ اب ہم نے اس دین کی تکمیل کر دی ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کو بطور دین چن لیا ہے۔ دین کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس دین کے ماننے والوں نے جو کچھ بھی اخذ کرنا ہے اسی دین سے اخذ کرنا ہے یعنی کہ اب انہیں کسی اور دین کی طرف جانے یا پھر کسی کشمکش میں مبتلا ہونے کی قطعا ضرورت نہیں یہی وجہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا کہ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِي(1)

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جارہا ہوں اگر ان کو تھامے رکھو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، کتاب اللہ اور میری سنت"

تو آپ نے کتاب و سنت کو ہدایت کا معیار قرار دیا۔اب کیا کتاب و سنت کے اندر ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے؟ تو اس کا جواب ہوگا جی ہاں! کہ براہ راست تو اگرچہ کتاب و سنت ہمارے تمام روزمرہ کے مسائل کا احاطہ نہیں کرتے لیکن قران و سنت نے ہمیں ایسے اصول ضرور فراہم کر دیے ہیں جن کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اپنے تمام پیش آمدہ مسائل کا حل نکال سکتے ہیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں بعض ایسے علوم متعارف ہوئے جن سے مسلم امہ نے اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کی۔ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ(2)

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔

عہد رسالت مآب میں تمام معاملات مثلا عقائد، احکام، عبادات، اخلاقیات اور حدود و فرائض وغیرہ کو فقاہت کے تحت سمویا جاتا تھا۔ لیکن بعد ازاں ہر حکم کے لیے الگ فن قائم ہو گیا۔

چنانچہ عبادات، معاملات اور معاشرت کے ظاہری احکام کے لیے فقہ کا لفظ بولا جانے لگا۔ احکام شرعیہ کے استنباط اور استخراج کا منبع کتاب اللہ اور اس کے بعد سنت رسول خدا پھر اجماع امت پھر قیاس ٹھرا۔

جس کا پتہ ہمیں حدیث معاذ بن جبل سے بھی ملتا ہے کہ ہادی عالم نے معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو فرمایا:

---

(1)الحاکم،ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ،(1990ء)،المستدرک علی الصحیحین،بیروت،دارالکتب العلمیۃ،172:1

(2)بخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله،(1422ھ)،الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه، صحيح البخاري،دار طوق النجاة،25:1

كَيْفَ تَقْضِي ؟

”اے معاذ! اگر تمہیں کوئی مسئلہ درپیش آجائے تو کیسے فیصلہ کروگے“؟

معاذ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ: کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا پھر فرمایا اگر وہاں سے حل نہ پاؤ تو؟ عرض کیا یا رسول اللہ سنت رسول سے. آپ نے فرمایا اگر وہاں سے بھی حل نہ کر سکو تو؟ عرض کیا یا رسول اللہ اجتھد رائی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

چنانچہ ہادی عالم نے معاذ بن جبل کے فہم دین اور مزاج شریعت سے ہم آہنگی اور آگہی پر فرحت کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ

الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ(1)

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے رسول کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہوا“۔

عہد رسالت ماب میں تمام مسائل کے حل کے لیے مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے استفادہ کیا جاتا تھا پھر عام صحابہ کرام کی طرف رجوع کیا جانے لگا اس کے بعد فقہاء صحابہ کرام نے اجتہادات کیے چنانچہ فقہ اسلامی کی عمارت کتاب اللہ، سنت رسول کے بعد اجماع امت اور پھر قیاس پر استوار ہے۔ بعد ازاں علم فقہ ایک باقاعدہ اور الگ فن بن کر معرض وجود میں آیا جس کی آبیاری آئمہ اربعہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کی، لیکن حضرت نعمان بن ثابت کی فقاہت کا چرچہ اللہ نے چہار دانگ عالم میں کر دیا، چنانچہ آج تک مختلف وارثان ابو حنیفہ اپنے اپنے انداز میں خدمت دین بصورت تحریر فتاوی جات کرتے چلے آرہے ہیں، کیونکہ فقہ ہر انسان کی ہر دور میں بنیادی اور اشد ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں فرزندان اسلام نے مختلف فتاوی جات لکھے۔ انہی عظیم الشان فتاویٰ جات میں ایک انتہائی اہم فتاوی حضرت فقیہ اعظم مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری کا فتاوی نوریہ ہے۔ اس آرٹیکل کے اندر فتاویٰ نوریہ کے منہج اور اسلوب پر بحث کی جائے گی۔ لیکن ابتدا میں حضرت نور اللہ نعیمی کا مختصر تعارف پھر فتاوی نوریہ کے منہج و اسلوب کو موضوع گفتگو بنایا جائے گا۔

(1)الترمذي، أبو عيسى، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك،(1998ء)، سنن الترمذي، بيروت، دار الغرب الِاسلامی، 3:3

تعارف حضرت فقیہ اعظم:

فقیہ اعظم حضرت مولانا نور اللہ نعیمی کے والد گرامی مولانا الحاج صدیق چشتی اور دادا مولانا احمد دین علیہ الرحمہ ہیں۔آپ ساہیوال کے علاقے دیپال پور کے معروف قصبہ ''سوجے کی'' میں 16رجب 1332ہجری بمطابق 22جون 1914عیسوی کو ایک علمی روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

قرآن کریم صرف نحو اور فارسی کی تعلیم و تربیت والد گرامی مولانا الحاج محمد صدیق چشتی سے حاصل کی۔1345 عیسوی میں مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم گھمنڈ پور میں اپ نے محقق دوراں مولانا الحاج فتح محمد محدث بہاول نگری کے زیر سایہ مختلف علوم و فنون سیکھے۔بعد ازاں 1351 ہجری میں لاہور تشریف لے آئے جہاں اہل سنت کی عظیم درسگاہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں تحصیل علوم کے لیے داخلہ لیا یہاں اس دور کے جید اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا۔(1)

16شعبان 1352ھ بمطابق 23نومبر 1933ء کو آپ نے سند فراغت حاصل کی اور سید دیدار علی شاہ نے آپ کو خصوصی اسناد کے ساتھ ساتھ ابوالخیر کی کنیت سے نوازا، جبکہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری نے آپکو فقیہ اعظم کا لقب عطاء کیا اور شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی نے آپ کو آیت من آیت اللہ کہا۔(2)

اساتذہ:

آپ نے کثیر علماء و مشائخ سے استفادہ کیا جن میں سرفہرست درج ذیل ہیں۔

- محدث اعظم مولانا سید ابو محمد دیدار علی شاہ
- مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری

تلامذہ:

آپ سے سینکڑوں علمائے کرام نے استفادہ کیا جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔

- مولانا محمد باقر نوری
- استاذ العلماء ابوالانور صوفی محمد صادق (بانی جامعہ خلیل اکبر، دیپال پور)
- صاحبزادہ محمد نصر اللہ

---

(1)نوری، محمد محب اللہ،(س ن)، حضرت فقیہ اعظم کے مکتوبات مدینہ، بصیر پور، فقیہ اعظم پبلیکیشنز، ص28

(2) مجلس آئی ٹی دعوت اسلامی، حالات زندگی مولانا محمد نور اللہ نعیمی، مطبوعہ دعوت اسلامی، ص2

- ابو النصر مولانا سید منظور احمد شاہ
- علامہ مولانا ہاشم علی نوری
- مولانا منشاتابش قصوری
- مولانا مفتی محمد انور القادری(1)

خدمات:

آپ نے گراں قدر تدریسی، فقہی، دینی، سیاسی، سماجی خدمات سرانجام دیں۔

- آپ نے مختلف مقامات پر درس وتدریس فرمائی۔ چنانچہ 1352 سے 1356 تک موضع واسوسالم میں تدریس کی
- اور درمیان میں ایک سال 1354ھ میں ایک سال مولانا اکبر چشتی کے مدرسہ بصیرپور میں تدریس فرمائی۔
- 1357ھ بمطابق 1938 عیسوی میں آپ نے فرید پور میں ایک الگ دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔
- 1945 عیسوی میں درسگاہ کو فرید پور سے بصیرپر منتقل کر دیا جہاں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم فرمایا جو کہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے معروف ہوا۔(2)
- آپ نے 50 سال تک قران وسنت اور دیگر فنون کا درس دیا۔
- آپ نے 27-30 اپریل 1946 آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی۔
- 1953 اور 1947 کی تحریک ختم نبوت میں علماء اور عوام کے شانہ بشانہ شرکت کی اور قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا۔
- 1977 کی تحریک نظام مصطفی میں حصہ لیا۔
- 1948 ملتان جمیعت علمائے پاکستان کی تشکیل کے اجلاس میں شرکت کی اور اس کی مجلس عاملہ اور مجلس شوری کے رکن رہے۔(3)

(1) مولانا صدیق ہزاروی، (1979ء)، تعارف علماء اہلسنت، لاہور، مکتبہ قادریہ، ص334

(2) محب اللہ نوری، حضرت فقیہ اعظم کے مکتوبات مدینہ، ص:30

(3) ایضاء، ص:۳۰

تصانیف:

آپ نے اپنی کثیر مصروفیات کے باوجود درج ذیل یادگار تصانیف چھوڑیں۔

- فتاوی نوریہ (چھ جلدیں)
- مکبر الصوت
- حدیث الحبیب
- فئی الزوال عربی
- نعمائے بخشش نعتیہ دیوان
- نور القوانین مجموعہ قواعد منظوم پنجابی
- حرمت زاغ
- مسئلہ سایہ
- روزہ اور ٹیکہ
- ابداء البشری بقبول الصلوۃ فی الفحوۃ الکبریٰ
- نور نعیمی

جبکہ کچھ غیر مطبوعہ کتب بھی چھوڑیں:

- ایک نعتیہ دیوان اور
- بخاری و مسلم کے حواشی بھی تحریر فرمائے۔(1)

وصال:

آپ نے یکم رجب المرجب 1403 ہجری بمطابق 15 اپریل 1983 عیسوی کو بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے وصال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ غزالی زماں حضرت سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب نے پڑھائی اور آپ کو دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے مشرقی حصہ میں دفن کیا گیا۔(2)

---

(1) ہزاروی، مولانا صدیق، (1979)، تعارف علماء اہلسنت، لاہور، مکتبہ قادریہ، ص:334

(2) فقیہ اعظم مولانا نور اللہ نعیمی "مقدمہ حدیث الحبیب، جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان، ص16

فتاوی نوریہ کا منہج واسلوب:

چھ جلدوں پر مشتمل فتاوی نوریہ بلا شبہ فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلوپیڈیا، فقیہ اعظم کا علمی شاہکار، اور جدید فقہی مسائل پر مولانا نوراللہ نعیمی کی عمیق نظر کو ظاہر کرتا ہے۔ فتاوی نوریہ عقائد، عبادات، معلامات کے ساتھ ساتھ جدید فقہی مسائل کے حل پر منفرد تصنیف ہے۔

فتاوی نوریہ اسلامی معاشرتی فکری اور شرعی مسائل پر اجتہادی اور تجدیدی حل کی ایک لازوال سعی ہے جس کا مقصد خالص اسلامی اصولوں اور احکام کی موجودہ معاشرتی حالات اور مضامین کے مطابق تفسیر کرنا ہے ذیل میں اس کے منہج اور اسلوب پر کچھ گفتگو کی جارہی ہے۔

آیات واحادیث اور فقہی جزئیات کا استعمال:

ماخذ شریعت میں سب سے پہلے قرآن پھر سنت کا درجہ ہے تو اسی لیے حضرت فقیہ اعظم نے بھی فتاوی جات تحریر کرتے ہوئے سب سے پہلے موضوع کی مناسبت سے آیات قرانیہ پھر آحادیث نبویہ اور اس کے بعد فقہی جزئیات کو درج کیا ہے۔آپ سے سوال ہوا کہ ایک کچی مسجد کو شہید کرکے پختہ تعمیر کیا گیا اور مسجد کے صحن کو جہاں نماز پڑھی جاتی تھی اس کے بعض حصہ کو مسجد سے خارج کردیا گیا تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ جواب میں آپ نے قرآنی آیت کے ذریعے ثابت کیا کہ ایسا کرنا ناجائز وگناہ ہے اور اس کے بعد آپ نے سات مستند مفسرین کے حوالہ جات درج کیے کتب تفسیر سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی اس کے بعد آٹھ معتبر کتب حدیث سے احادیث درج کیں اور پھر فقہی جزئیات کو درج کیا اور فقہ حنفی کی آٹھ کتب سے یہ ثابت کیا کہ جب تک مسجد آباد رہے اس کی آبادکاری کا سامان کرنا ضروری ہے اور جب ایک مرتبہ مسجد بن جائے تو پھر وہ تمام آئمہ مجتہدین کے نزدیک ہمیشہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے۔(1)

اصول فقہ کی جزئیات سے استنباط:

کسی بھی مسئلہ کے اوپر گفتگو کرنے سے قبل اگر اس کے مقدمات کا بغور جائزہ لیا جائے تو جواب دیتے ہوئے کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ حضرت فقیہ اعظم کا بھی یہی اسلوب ہے کہ وہ جواب کو مختلف مقدمات کی صورت میں بیان کرتے ہیں اور پھر ہر ہر مقدمے کی تفصیل کے بعد اس پر دلائل کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جامع جواب تشکیل دیتے ہیں۔اور ہر ہر مقدمے پر فقہی جزیات سے استنباط کرتے ہیں۔

مثال کے طور پہ لاؤڈ سپیکر کے معاملہ میں آپ نے چند ایک قواعد درج کیے ہیں۔

---

(1)فقیہ اعظم، مولانا موراللہ نعیمی،''فتاوی نوریہ، شعبہ تصنیف وتالیف، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور، 157:1

- کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔
- بلا دلیل شرعی کسی چیز کی حرمت و کراہت کا قول کرنا جھوٹ و حرام ہے۔
- بغیر تحقیق و ثبوت کے کسی چیز کو حرام و مکروہ کہنا کھلا افتراء ہے۔
- ممانعت کا قوی گمان نہ ہو تو تحقیق کی ضرورت نہیں۔
- اطلاق بمنزلہ نص کے ہے۔
- لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز بھی متکلم کی ہوتی ہے۔
- اقتداء حقیقی و اقتداء صوری کی تعریفات
- نمازی کا غیر نمازی کو لقمہ دینا
- حواس خمسہ، اخبار صادقہ اور عقل صالحہ یہ تمام علم یقینی کے ذرائع ہیں
- اجابت فعلیہ مفسد صلوۃ نہیں جبکہ وہ قلیل ہوں۔

پھر اسکے بعد آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

لاؤڈ سپیکر کے ذریعے امام کے افعال پر اطلاع پاکر اقتدا کرنے والے مقتدیوں کی نماز جائز ہے۔کیونکہ قران و سنت اور اجماع امت اس کی حرمت اور ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔(1)

مسائل کا عقلی جواب:

حضرت فقیہ اعظم کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ بعض اوقات آپ سائل کی غلط تاویل اور علت کی بنیاد پر جاری کردہ حکم کا عقلی توجیہات کے ذریعے جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔تاکہ سائل کا دل مطمئن ہو جائے۔

مثال کے طور پہ اپ سے یہ سوال کیا گیا کہ مسجد کی تعمیر نو کرنے کی وجہ سے پرانی اینٹیں جن کو استعمال کرنے کی اب ضرورت نہیں ہے کیا ان کو بیچ کر مسجد میں انکا عوض لگانا جائز ہے ؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی صورت میں جائز ہے، کیونکہ مسجد پختہ بنانے کی صورت میں وہ پرانا سامان تو مسجد پر لگا یا نہیں جاسکتا اور اگر یوں ہی رکھ دیا جائے تو مال ضائع ہو جائے گا اور مال کا ضیاع کرنا یہ ناجائز ہے۔کیونکہ بدل، مبدل منہ کا عوض ہوتا ہے۔لہذا اسکی اجازت ہے۔(2)

---

(1)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 1،:370-398

(2)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 1:115-116

الزامی جواب کااہتمام:

کسی بھی اعتراض کا جواب دینے کے مختلف طریقے ہوتے ہیں بعض اوقات کسی کو دلائل کے ذریعے سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن بعض اوقات الزامی جواب دینا بھی کارگر ثابت ہوتا ہے۔کہ مخاطب کے مسلمہ اصولوں کو مد نظر رکھ کر اسی کے طرز بیان اور انداز گفتگو سے جواب دیا جائے تاکہ متکلم کو بہتر انداز میں جواب دیا جاسکے۔

مثلاآپ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ کیا الحمدللہ کے مثلااپ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ اگرامام الحمدللہ اگرامام سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

کیونکہ ہمیں کسی نے یہ مسئلہ بتایا ہے کہ نماز نہیں ہوگی کیونکہ فرض قرآت کو ترک کر دیا گیا ہے اور فاتحہ کے پڑھنے سے فرض ادا نہیں ہوگا کیونکہ الحمدللہ احناف کے نزدیک واجبات میں سے ہے۔

تواس کے جواب میں آپ نے سب سے پہلے تو یہ فرمایا کہ سہواسورہ فاتحہ یااس کے بعدپڑھی جانے والی سورت کو اگر چھوڑ دیا جائے تو سجدہ سہو کے وجوب کے ساتھ نماز ہو جائے گی۔پھر اپ نے اس کا الزامی جواب دیتے ہوئے کہا۔ورنہ مسئلہ بتانے والے کے نزدیک اگر فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر پڑھ بھی لے تو بھی یہی ثابت ہوگا کہ نماز نہ ہوئی۔ کیونکہ ہمارے نزدیک سورت کا پڑھنا بھی واجب ہے۔حالانکہ اس سورت میں مسئلہ بتانے والا بھی ضرور جواز کا قول کرے گا،ورنہ نماز کے جائز ہونے کی ایسی صورت ذکر کریں کہ فاتحہ اور سورہ واجبہ پڑھنے کے ساتھ فرض قرآت الگ سے ادا ہو۔(1)

متعدد اقوال بیان کرکے مفتٰی بہ قول کی نشاندہی کرنا:

اختلاف فقہاء کے باعث فتاوی جات کے اندر بعض اوقات بہت زیادہ اقوال کو ذکر کر دیا جاتا ہے لیکن اگر جواب میں فقہی جزئیات کو بیان کردیا جائے تو سائل فقہی جزئیات کے معتمد و مفتٰی بہ ہونے کی وجہ سے مطمئن ہو جاتا ہے۔اور اسے ان جزئیات سے اختلاف بھی نہیں ہوتا۔چنانچہ حضرت فقیہ اعظم نے بھی اپنے فتاوی میں اس بات کا خصوصی التزام کیا ہے۔

چنانچہ آپ نے ایک سوال کا جواب میں فقہ حنفی کی متعدد جزئیات کو بیان کیا اور پھر ہر جزی کو بیان کرنے کے بعد اس کے مفتٰی بہ ہونے کی تصریح فرمائی۔

چنانچہ آپ نے فرمایا کہ :

(1)فقیہ اعظم،فتاوی نوریہ،1–588

"شیخین کے نزدیک جو جگہ ایک بار مسجد بن جائے پھر وہ قیامت تک ہمیشہ مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتوی ہے۔اور یہی از روئے دلیل زیادہ طاقتور ہے اور پھر اس کی تائید بحر الرائق کے ذریعے بھی بیان فرمائی"۔(1)

اسی طرح ایک اور سوال کا جواب دینے کے بعد فرمایا: "یہاں قول امام ابویوسف علیہ الرحمہ مساوی قول ثالث، بلکہ قوی ہے اس لیے لفظ بہ یفتی موجود ہے"

سائل کی انکاری صورت کا حدیث سے اثبات:

بعض اوقات سائل کو دلائل دیے جاتے ہیں تو وہ حکم شرعی کا انکار کر دیتا ہے لیکن اگر اس کی خاص انکاری صورت کو حدیث مبارکہ سے ثابت کر دیا جائے تو اس واقع کا انکار کرنے کی سائل کے پاس کوئی گنجائش نہیں رہتی، حضرت فقیہ اعظم نے بھی بعض اوقات اسی اسلوب کو اپنایا ہے، مثلاً ایک مرتبہ آپ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ میں نے کسی مولوی صاحب سے سنا ہے کہ نماز کی ہر رکعت کے اندر ایک سورت کو مکمل پڑھنا ضروری ہے تو آپ نے سنن بیہقی کی حدیث مبارکہ سے اس کی وضاحت کی کہ حضرت ابن عباس نے سورہ بقرہ کی چند آیات کی تلاوت کی اور پھر اگلی رکعت میں چند آیات کی تلاوت کی یعنی سورۃ کو کسی بھی رکعت کے اندر ختم نہیں کیا۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی بھی رکعت کے اندر سورت کو مکمل پڑھنے کی شرط نہیں ہے۔(2)

اسی طرح آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ حافظ صاحب نے تراویح کی نماز پڑھاتے ہوئے ایک آیت کو دو مرتبہ پڑھا تو اس پر کسی نے اعتراض کر دیا کہ چونکہ آیت کا تکرار کیا ہے اس لیے سجدہ سہو لازمی ہو گیا تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ کسی آیت کے تکرار کرنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور آپ نے اس عمل کی حدیث مبارکہ سے بھی وضاحت فرمائی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک رات نماز پڑھی اور ایک ہی آیت کو بار بار تکرار کے ساتھ پڑھا۔(3)

اپنے مسئلہ کا دور نبوی سے استنباط:

حضرت فقیہ اعظم نے بعض اوقات اپنے فتاوی جات کو دلائل سے مزین کرنے کے بعد دور نبوی کی اگر کوئی سورت تھی تو اس کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ مثلا مسجد کے ساتھ مدرسہ بنانے اور اس میں طلباء کے رہائش پذیر ہونے سے متعلق آپ سے سوال کیا گیا، تو آپ نے اس کا اثبات نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دور مبارک سے کیا آپ نے فرمایا:

---

(1)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 1:165-166

(2)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 1:530

(3)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 1:538

''کہ مسجد میں طلباء کی رہائش کے لیے مکان بنانا یہ تواتر سے ثابت ہے اور اصحاب صفہ کا صفہ مسجد نبوی کی متعلقہ اراضی میں تھا،اور وہ تقریبا400 کی تعداد میں رہائش پذیر تھے پھر آج تک یہ سلسلہ تواتر سے جاری ہے اور اس کے متعلقہ مکانات میں طلباء رہائش پذیر ہوتے چلے آرہے ہیں''۔

مسئلہ کے عدم جواز کی صورت میں ممکنہ شرعی حل:

مفتی قرآن وسنت اور فقہ کے دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔لیکن بعض اوقات وہ کسی ایسے کام کے ناجائز ہونے کا فتوی دیتا ہے جس کے اندر عوام کثرت سے مبتلا ہوتی ہے۔تو اس صورت میں مفتی کو چاہیے کہ وہ اس مسئلہ کا حل بھی عوام الناس کے سامنے رکھے تاکہ لوگ اس ناجائز کام میں مبتلانہ ہو جائیں۔حضرت فقیہ اعظم نے بھی فتاوی نوریہ کے اندر اسی اسلوب کو مد نظر رکھا کہ اگر آپ سے کسی ناجائز کام کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ اس کے کسی جائز حل کی طرف نشاندہی کر دیتے تاکہ اس پر عمل کر کے گناہ سے بچا جاسکے۔

مثلاآپ سے ایک مرتبہ سوال ہوا کہ کیاعیسائی کمپنی مسجد پر خرچ کر سکتی ہے؟کیونکہ انہیں کسی نے بتایا کہ عیسائی اگر مسجد خرچ کرنا چاہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس پر انہوں نے بطور حوالہ مسجد قدس پی قیاس کیادیا کہ وہاں پہ بھی تو عیسائی خرچ کرتے ہیں اور حوالہ دیا فتاوی شامی کی ایک عبارت کا۔اس پر آپ نے یہ فرمایا کہ علامہ شامی نے اپنی عبارت کے اندر اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا ہمارے نزدیک تو قربت ہے لیکن غیر مسلموں کے نزدیک قربت نہیں ہے اور مسجد کے اوپر خرچ کرنے کے لیے قربت کی شرط ہونا ضروری ہے تو ثابت ہوا کہ نصاری ہر ایک مسجد پر خرچ کرنے کو نیک کام تصور نہیں کرتے وہ صرف مسجد قدس کے اوپر خرچ کرنے کو ہی اچھا سمجھتے ہیں تو اس وجہ سے ان کا یہ کام کرنا درست نہیں ہے۔پھر آج کل کے دور کے اندر تو یہ بالکل بھی جائز نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کی مساجد کے اوپر خرچ کریں کیونکہ اس سے کئی فتنوں کا دروزہ کھل سکتا ہے۔لہذاان کو اس کی اجازت نہیں ہے ۔البتہ اس کا ایک جائز حل یہ ہو سکتا ہے کہ اس غیر مسلم کمپنی والے اپنے مسلم ملازمین سے کیے گئے معاہدے کی بناپر ان کی ضروریات کے لیے ان کو پیسے دیں۔اوہ مسلمان اپنے ارادے اور اختیار سے اپنے پیسے کو اپنی مسجد کی تعمیر پر خرچ کریں اس صورت میں ان کا ایسا کرنا درست ہے۔کیونکہ فقیر مالِ زکوۃ کا مالک بننے کے بعد مسجد کی تعمیر پہ خرچ کر سکتا ہے۔(1)

---

(1)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 188:1

فن واصول افتاء کی نشاندھی:

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیتے وقت بعض اوقات فن واصول افتاء کی بھی نشاندہی کی ہے تاکہ سائل متعدد افراد سے جواب آنے پر پریشان نہ ہو اور اسکے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔

مثلاً ایک جگہ پہ فن افتاء پہ کلام کرتے ہوئے لکھا:

"پس اسکا خلاف مرجوح ہوا، اور مرجوح کے ساتھ فتویٰ دینا جہل اور مخالفت اجماع ہے"۔(1)

اسی طرح اور مقام پہ لکھا:

"اور یہ بھی مسلم ہے کہ مافی المتون مافی الشروح پر مقدم ہے، اور مافی الشروح مقدم ہے مافی الفتاویٰ پہ"(2)

اسی بات کو ایک جگہ یوں لکھا

"مسئلہ متون، مسئلہ شروح وفتاوی سے مقدم ہوتا ہے"۔(3)

ایک اور مقام پہ لکھا:

"تعجب ہے کہ امام کی موجودگی کی صورت میں تکبیر سے پہلے حاضرین کا قیام عند الفلاح ہمارے آئمہ کرام کے نزدیک مستحب تو ہے، مگر مستحب کا خلاف، دلیل خاص کے بغیر مکروہ نہیں بن سکتا"۔(4)

اصول افتاء پہ کلام کی امثلہ:

اشیاء میں اصل اباحت ہے، یعنی کہ جب تک شریعت سے کسی شے کی حرمت وکراہت کا ثبوت نہ ہو تب تک اسکی حرمت وکراہت کا قول نہیں کر سکتے۔(5)

ایک جگہ لکھا: ترک استحسان، مستلزم کراہت نہیں ہے۔(6)

---

(1)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 203:1

(2)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 257:1

(3)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 560:1

(4)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 303:1

(5)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 304:1

(6)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 507:1

پھر لکھا: استحبابِ کامل کی نفی سے مطلق استحباب کی نفی نہیں ہوتی۔(1)

پھر لکھا کہ: انتفاء مستحب، مستلزم کراہت نہیں کیونکہ کراہت تنزیہی بھی دلیل خاص کی محتاج ہے۔(2)

ایک جگہ لکھا: مطلق اپنے اطلاق سے تمام افراد کے ثبوت کا حکم دیتا، بلا دلیل خاص کسی فرد کی تخصیص نہیں ہوسکتی۔(3)

اور بعض اوقات آپ نے ان قواعد کی وضاحت بھی کی ہے تاکہ قارئین کو مشکل نہ ہو۔

مثلاً اباحت والے قاعدے کی وضاحت بھی کر دی:

"کہ جب تک دلائل شریعہ سے کسی بھی شے کی حرمت ثابت نہ ہو تب تک وہ چیز جائز اور حلال رہتی ہے اور اس کے استعمال کرنے پر شرعا کوئی بھی گرفت نہیں ہوتی"۔(4)

اطلاق بمنزلہ نص کے ہے اس قاعدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: کہ کسی عمل کو قید سے مقید نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کام کی ادائیگی اس قید پر موقوف نہیں اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے مثلا اگر کوئی بندہ یہ کہے کہ پانی پلاؤ اور یہ نہ کہے کہ کس برتن میں تو پھر اسے پیالے میں پلایا جائے یا گلاس میں یا کوزے میں ہر طرح سے پانی پلانا درست ہے۔ نماز پڑھنے کا حکم مطلقا دیا گیا ہے تو اب نماز زمین پر پڑھی جائے یا مصلے پر ہر طرح سے حکم ادا ہو جائے گا اور یہ قید بھی نہیں ہے کہ اذان سن کر ہی نماز قائم کرو تو اذان کے سننے پر نماز موقوف نہیں ہے بلکہ نمازی بہرہ ہو یا دور ہو کہ اس کو اذان کی آواز نہ آئے یا اذان ہو ہی نہ تب بھی اس کا نماز ادا کرنا درست ہے۔(5)

فقہاء و مصنفین پہ کلام:

فقہائے احناف کی بھی درجہ بندیاں ہیں بعض مجتہد فی المذہب، مجتہد فی المسائل، اصحاب ترجیح، اصحاب تخریج اور اصحاب تمیز وغیرہ۔ ان میں بعض کو علم کی وجہ سے بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ ان فقہاء میں سے کسی کا قول لینے یا نہ لینے کے حوالے سے ان کی علمی حیثیت کو جاننا ضروری ہے۔ حضرت فقیہ اعظم نے فن افتاء کے حوالے سے کلام کرتے

---

(1) فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 509:1

(2) فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، ج509:1

(3) فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 564:1

(4) فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 370:1

(5) فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ، 374:1

ہوئے مختلف فقہاء یا فقہی کتب مصنفین پر بھی کلام کیا مثلا ایک جگہ آپ ابن ہمام کے متعلق لکھا: ابن ہمام جیسے مجتہد حضرات کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی ایسی بحثیں جو منقول کے خلاف ہوں معتبر نہیں ہیں۔(1)

ایک اور جگہ پر فرمایا کہ بیچارے قہستانی میں یہ تاب و تواں نہیں ہے کہ ایسی تصریحات کے مقابلے میں اس کی بات قابل التفات بنے۔(2)

ایک اور جگہ پر فرمایا: ایک شارح پر جندی کا محض احتمالی قول تمام متون، شروح اور فتاوی پر مقدم کیسے ہو سکتا ہے؟(3)

پھر فرمایا کہ زاہدی مصنف قنیہ معتزلی ہے اور قہستانی اس کا خوشہ چین ہے۔(4)

حضرت فقیہ اعظم نے بعض اوقات نے فقہی کتب کی حیثیت پہ بھی بات کی ہے کہ سب سے پہلے درجہ متون کا ہے پھر شروعات کا اور پھر فتاوی۔ اسی طرح کتب فقہ میں اور بھی درجہ بندی ہے جس کے اعتبار سے بعض کتب دوسری کتب پہ ترجیح رکھتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے فتاوی نوریہ میں فقہی کتب کی حیثیت کے بارے میں بھی کلام کیا ہے۔

اگر بالفرض جامع الصغیر و جامع الکبیر کی عبارات متعارض ہوں، تو ترجیح جامع الکبیر کو ہے۔(5)

قنیہ اور قہستانی، متون، شروح و فتاویٰ کے مقابل نہیں آسکتی کیونکہ وہ محض غیر معتبر، ضعیف اور ساقط الاعتماد ہیں۔(6)

ردالمحتار کے رسم المفتی مجلد اول میں شرح قہستانی کو غیر مستند قرار دیکر فرمایا ہے کہ اس سے فتوی دینا جائز نہیں جب تک کہ منقول کا علم نہ ہو۔(7)

---

(1)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،257:1

(2)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،565:1

(3)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،257:1

(4)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،563:1

(5)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،255:1

(6)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،257:1

(7)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،560:1

حدیث، حکم حدیث اور کتب احادیث پہ کلام:

فن حدیث ایک مکمل موضوع ہے جس میں حدیث پہ قبول اور عدم قبول کے اعتبار سے گفتگو کی جاتی ہے کہ کون سے اصول ہیں جن کی وجہ سے حدیث کو قبول یا رد کیا جاتا ہے۔ان قواعد میں کہاں نرمی اختیار کر سکتے ہیں ؟اور کہاں نہیں ؟اس پر باقاعدہ کتب بھی لکھی گئی ہیں۔

چنانچہ حدیث کے معیار کو پرکھنے کے لیے، صحیح ضعیف یا موضوع ہونے کی حیثیت سے فقیہ اعظم نے حدیث کی فنی حیثیت پہ بڑا جامع کلام کیا ہے۔ جس کی مثالیں درج ذیل ہیں

ایک مقام پر اپ نے ارشاد فرمایا:

ایسے ہی نفی صحیح سے نفی حسن وضعیف نہیں ہوسکتی اور وہ بھی فضائل اعمال میں مقبول اور یوں ہی نفی مرفوع سے نفی موقوف نہیں ہوسکتی اور موقوف بھی حجت ہی ہے۔(1)

حدیث صحیح کی نفی صاف صاف بتاتی ہے کہ حدیث حسن یا ضعیف مرفوع یا موقوف صحیح ثابت ہے، کہ مفہوم مخالف روایات میں ضرور بالضرور معتبر ہے۔(2)

ایک جگہ پر حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ سنن ابن ماجہ سنن بیہقی میں حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ موذن رسول سے حدیث مبارکہ مروی ہے اذا خطب فی الجمعة خطب علی عصی(3)

امام جلال الدین سیوطی نے جامع الصغیر 2:280 میں اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔(4)

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فتاویٰ نوریہ عصر حاضر کا عظیم علمی شاہکار، فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا اور جدید علمی مسائل پہ مستند ترین فتاویٰ ہے۔جس میں جدید فقہی مسائل مثلا لاؤڈ سپیکر کا استعمال،انتقال خون،بیمہ، روزے کی حالت میں انجکشن،ہوئی جہاز و چلتی گاڑی نہیں نماز پڑھنے کا مسئلہ وغیرہ کو انتہائی احسن اسلوب کیساتھ بیان کیاگیا ہے۔جو کہ آپ کا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے دستر خوان کا خوشہ چین ہونا ظاہر کرتا ہے۔

---

(1)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،1:306

(2)فقیہ اعظم، فتاوی نوریہ،1:306

(3)سیوطی، جلال الدین، سنن الکبری بیہقی،2:280

(4)فقیہ اعظم،"فتاوی نوریہ"1:675

فتاوی نوریہ کے اسلوب کی اگر بحث کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے انتہائی ندرت کے ساتھ مسائل کو دلائل کی لڑی میں پرو یا ہے۔

فتاوی نوریہ کے اسلوب و منہج کو ان نکات کی مدد سے سمجھا جاسکتا ہے۔

- جوابات کو قرآن و سنت سے مزین کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے فقہی جزئیات کو بھی درج کیا ہے۔
- مختلف مقدمات قائم کر کے انکے مطابق جوابات دیے ہیں.
- قیودات کا خصوصی لحاظ رکھتے ہوئے ان کہ وضاحت بھی کی ہے۔
- بعض اوقات عقلی توجیہات کے ساتھ جوابات بھی دیۓ ہیں۔
- سوالات کی تمام ممکنہ صورتیں بیان کر کے ہر ہر شق کا جواب دیا ہے۔
- مسئلہ کی نظائر کے زریعے جوابات پیش کیے ہیں۔
- بعض سائلین کو الزامی جواب دیے ہیں
- مختلف اقوال میں تطبیق اس انداز سے دی ہے کہ تاکہ تعارض فقہاء ختم ہو جائے۔
- متعدد اقوال بیان کر کے مفتیٰ بہ اقوال کی نشاندھی کی ہے۔
- کلمات فقہاء میں فقہاء کی مراد اور محل کی وضاحت کی ہے۔
- سائل کی خاص انکاری صورت احادیث نبویہ سے ثابت کی ہے۔
- مسئولہ صورت پہ عہد رسالت سے ثابت کیا ہے۔
- مسئلہ کے عدم جواز کی صورت میں مسئلہ کا ممکنہ شرعی حل پیش کیا ہے۔
- بعض اوقات فن افتاء کے حوالہ سے کلام کیا ہے۔
- فقہی قواعد بیان کر کے بعض اوقات انکی توضیح بھی کی ہے۔
- مختلف فقہاء و مصنفین کی کتب فقہ پہ کلام کیا ہے۔
- فن حدیث، حکم حدیث اور کتب احادیث پہ ں عض اوقات کلام بھی کیا ہے۔
- یہی وجہ ہے کہ آپ کو حضرت فقیہ اعظم جیسے لقب سے نوازا گیا۔

****